دہشت گردی اور انسداد کا لائحہ عمل

(اسلامی تعلیمات اور ملکی صورتحال)

شاہد فریاد*
محمد عبداللہ**

لفظ اسلام سَلَمَ یاسَلِمَ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی امن وسلامتی اور خیر و عافیت کے ہیں۔ لہٰذا اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے اسلام ایسا دین ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی امن وسلامتی، محبت و رواداری، اعتدال وتوازن کی تعلیم دیتا ہے۔ لفظ اسلام کی طرح لفظ ایمان بھی امن واماں کے معنی پر دلالت کرتا ہے، جبکہ مومن وہ ہے جو خود بھی امن سے رہے اور دوسروں کو بھی امن فراہم کرے۔ اسلام اور ایمان کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ دین کے دونوں درجے، یعنی اسلام اور ایمان ہر عمل میں کلیتاً امن و امان اور عافیت وسلامتی کا تقاضا کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے ایسے رب کا تصور پیش کیا ہے جو رحمٰن و رحیم اور رؤف وکریم ہے ، اور اس نے پیغمبرِ اسلام کو ''رحمة للعالمین '' کا لقب دیا ہے۔ اس لئے اسلام کی تمام تعلیمات شفقت ومحبت اور حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں ، اسلام نے نہ صرف اپنوں سے محبت سکھائی ہے بلکہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا سبق دیا ہے۔ ایمان کے بعد اس دین میں جو چیز سب سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ 'عدل' ہے اور کفر کے بعد جو چیز سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے وہ 'ظلم' ہے، اسی لئے بڑی حد تک مسلمانوں نے اپنے عہد حکمرانی میں اس طرز عمل کا عملی ثبوت بھی فراہم کیا ، بلکہ بعض دفعہ سیاسی کشمکش میں ایسا تو ہوا ہے کہ خود مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر زیادتی کی ہے، لیکن اس کی مثال شاذ و نادر ہی ملے گی کہ انہوں نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ بدسلوکی کی ہو، اسی لئے عرصۂ دراز تک بہت سی غیر مسلم اقلیتیں مسلمان حکومتوں کے زیرِ سایہ زندگی گذارتی رہیں اور انہوں نے اس خطہ کو امن وآشتی اور عدل وانصاف کے اعتبار سے اپنے ہم مذہب حکمرانوں سے بھی زیادہ مامون ومحفوظ جائے پناہ تصور کیا۔ صلیبی جنگوں کے خاتمہ کے بعد سے مغربی دنیا نے اسلام، امت مسلمہ اور عالم اسلام پر یلغار کی ایک مستقل مہم شروع کر رکھی ہے، یہ مہم بیک وقت سیاسی واستعماری پہلوؤں سے بھی باعثِ تشویش ہے اور فکری ونظریاتی لحاظ سے

* پی۔ایچ۔ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

بھی امت مسلمہ کیلئے زہرِ قاتل ہے۔ اسرائیل کے قیام اور عالمی سطح پر یہودیوں کے ایک قوت بن جانے اور مسیحیوں کا دنیا کے دل و دماغ پر عملاً حکمراں ہونے کے بعدانہوں نے اسلام اور اہل اسلام کی کردار کشی کی تحریک شروع کر رکھی ہے اور اس ضمن میں ہر قسم کے عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھ کر اور تعصب و اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، جس کی واضح مثالیں یہ ہیں کہ یہودی وصیہونی فلسطین میں اب تک کئی بار قتل عام کا مرتکب ہو چکا ہے، لیکن اسے یہودی دہشت گرد نہیں کہا جاتا، سربوں نے بوسنیا کے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے لیکن انہیں مسیحی دہشت گرد نہیں کہا جاتا، ہندوؤں نے بھارت میں مسلمانوں کا کئی بار قتل عام کیا اور کشمیر میں لاکھوں مسلمانوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا لیکن انہیں ہندو دہشت گرد نہیں کہا جاتا، اس طرح بدھ مت کے حاملین نے ماضی میں بھی اور حال میں جس طرح برما (میانمار) کے مسلمانوں سے خون کی ہولی کھیلی وہ سب کے سامنے ہے لیکن ان کو کسی کی طرف سے بدھ دہشت گرد کا لقب نہیں ملا۔ 'انسدادِ دہشت گردی' کے عنوان پر مسلم ورلڈ لیگ کے زیر اہتمام مکۃ المکرّمۃ (فروری ۲۰۱۵) میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دہشت گردی سے متعلق اسلام اور مسلمانوں پر لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات اور تعصب آمیز رویے کی حسب ذیل الفاظ میں مذمت کی گئی ہے:

> "Terrorism is associated with no one religion, remarking that...."if a Muslim commits an act of terror, it is linked to Islam. But if the same terror act is committed by a Christian, Jew, Hindu, or Buddhist, it is seldom linked to the perpetrator's religion."(1)

اس کے برعکس اگر مسلمان صدائے احتجاج بلند کریں اور توپوں کے گولوں کے جواب میں پتھر پھینکیں اور میزائلوں کے جواب میں غلیل استعمال کریں تو وہ دہشت گرد قرار پاتے ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ میں دہشت گردی کا معنی ومفہوم واضح کرنے کے بعد دہشت گردی کی سنگینی و تباہ کاری اور اس کے انسانی معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات ونتائج، انسداد دہشت گردی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا جائزہ، جبکہ آخر میں پاکستان میں حالیہ دہشت گردی کے واقعات اور ان کے تدارک کے حوالے سے کئے گئے اقدامات کا جائزہ لیا جائے گا۔

دہشت گردی کا معنی ومفہوم:

دہشت گردی کا بطور اصطلاح جائزہ لیا جائے تو اس کی اب تک کوئی جامع و مانع تعریف سامنے نہیں آسکی۔ وقت اور جگہ کی تبدیلی سے اس کے معنی ومفہوم بھی تبدیل ہوتے رہے ہیں، البتہ زیادہ تر مفکرین نے دہشت گردی سے مراد ڈر، خوف اور تشدد لیا ہے۔ دہشت کا لفظ ''دَھِشٌ'' سے نکلا ہے۔ ابن منظور افریقی اس کے معانی

حسب ذیل نقل کرتے ہیں:

"دهش: الدَّهشُ ذهابُ العقل من الذّهل والوله و قيل من الفزع و نحوه، دهش ، دهيشاً فهو دهش، و دهش، فهو مد هوش، و كرهها بعضهم، و ادهشه اللّٰه وادهشه الامر و دهش الرجل بالكسر۔"(۲)

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ غفلت اور حیرت کی وجہ سے عقل کا زائل ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھبراہٹ کی وجہ سے، جیسا کہ اللہ نے اسے خوفزدہ کر دیا، کسی معاملے نے اسے ڈرا دیا اور آدمی خوفزدہ ہو گیا"

الرائد میں "دھش" کا مفہوم اس طرح لکھا گیا ہے:

"ذهب عقله من حب أو خوف أو غير هما۔"(۳)

یعنی دہشت سے مراد ہے کہ اس کی عقل ماؤف ہوگئی محبت، خوف یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور سے"

عربی میں ڈرانے، دھمکانے اور خوف کی کیفیت کے لیے' الارھاب' کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا مادہ 'رھب' ہے اور اس میں ڈر و خوف کا مفہوم پایا جاتا ہے، چنانچہ لسان العرب میں ''رھب'' کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

"رهب ، يرهب رهبة و رهبا و رهباً، أى خاف و رهب الشىء رهباً و رهباً و رهبة: خافه"(٤)

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ڈرانے، دھمکانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورۂ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ(۵)

تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں خوب جانتا ہے، جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمھیں پورا پورا دیا جائے اور تمھارا حق نہ مارا جائے گا۔"

مذکورہ آیت کی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' میں اس طرح کی گئی ہے:

"فهو اِلقاء الرعب و الرهبة فى قلوب أعداء اللّٰهالذين هم أعداء العصبة المسلمة فى الارض. الظاهرين منهم الذين يعلمهم المسلمون؛ و من وراء هم ممن لايعر فونهم' أو لم يجهروا لهم با لعد اوة. واللّٰهيعلم سرائرهم و حقائقهم. و هؤلاء ترهبهم قوةالاسلام ولو لم تمتد با لفعل اليهم.والمسلمون مكلفون أن يكو نوا أقوياء. وأن يحشدوا مايستطيعون من أسباب القوة ليكونوا مرهوبين فى الارض؛ ولتكون كلمةاللّٰه هى العلياء' وليكون الدين كله للّٰه "(٦)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ'' ترهبون به '' سے مراد رعب و ہیبت ڈالنا، اللہ کے ان دشمنوں کے دلوں میں جو زمین میں جماعت المسلمین کے دشمن ہیں اور ان میں سے کچھ تو ظاہر ہیں جن کو مسلمان جانتے پہچانتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کو نہیں جانتے یا ان کی عداوت مسلمانوں پر واضح نہیں مگر حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے کہ درحقیقت وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ایسوں کو اسلام کی قوت سے ڈرانا ضروری ہے اگرچہ انھوں نے عملاً زیادتی نہ کی ہو اور روئے زمین میں موجود اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو مضبوط کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق قوت وطاقت کا سازوسامان اکٹھا کریں تاکہ دنیا میں ان کا رعب ودبدبہ قائم ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہو اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کا ہوجائے۔''

انگریزی میں دہشت گردی کے لیے Terrorism کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں فرانک بولز "Frank Bolz " لکھتا ہے:

The word terror drives from the Latin word terrere, meaning "to frighten". The word and its derivatives have been applied in variety of contexts.(7)

یعنی یہ لفظ لاطینی زبان سے اخذ کیا گیا ہے اور اس کا مطلب ہے ڈرانا یا خوفزدہ کرنا۔ اس لفظ کا اپنے سیاق وسباق کے حوالے سے مختلف النوع مفاہیم میں اطلاق ہوتا ہے۔

ہارڈمین "Hardman" دہشت گردی کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Terrorism is a term used to describe the method or the theory behind the method whereby an organized group or party seeks to achieve its avowed aims chiefly through the systematic use of violence. Destruction of property and machinery or the devastation of land may in specific cases be regarded as additional forms of

terroristic activity."(8)

یعنی دہشت گردی ایک اصطلاح ہے اس کا استعمال اس طریقہ کار میں ہوتا ہے جہاں ایک منظّم گروہ یا جماعت منظّم طریقے سے تشدد کو استعمال کرکے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ املاک کو تلف کرنا، انسانی آبادی کو تباہ کرنا یا اجاڑنا دہشت گردانہ کاروائیوں میں شامل ہیں۔''

وکٹر والٹر "Victor Walter" دہشت گردی کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

"An act or threat of violence, which causes an emotional reaction, and produces social effects. A similarly structured "siege of terror" is the attempt to destroy an authority system by creating extreme fear through systematic violence"(9)

برین کروزئر "Brain Crozier" نے دہشت گردی کے لئے تشدد(violence) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

"The threat or the use of violence for political ends" (10)

مختصر یہ کہ دہشت گردی سے مراد پرتشدد کاروائیوں کے ذریعے عام انسانوں میں ڈر، خوف اور ہیبت طاری کرنا ہے۔ اس طرح ان کاروائیوں کے خاص مقاصد ہوتے ہیں، جن میں سیاسی، مذہبی اور نظریاتی اہداف سرفہرست ہیں۔ دہشت گردی کے ذریعے بے گناہ اور معصوم انسانوں کو نشانہ بنانا، ملک و معاشرہ میں بدامنی و انتشار پھیلانا اور دیگر تخریبی سرگرمیاں شامل ہیں۔

دہشت گردی کے سنگین اثرات:

دہشت گردی ایسا فعل ہے جس کے انسانی زندگی پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوتے ہیں، دہشت گردی کے انفرادی واجتماعی ہر سطح پر نقصانات سامنے آتے ہیں۔ جس ملک و معاشرہ میں دہشت گردی کی وبا پھوٹ پڑتی ہے، پھر ان کا کوئی شعبۂ زندگی ایسا نہیں جو اس سے متاثر نہ ہوتا ہو۔ ان میں معاشی پہلو، معاشرتی ڈھانچہ، امن و امان کی صورت حال، نظم و نسق کا مسئلہ، سیاسی و تعلیمی نظام، الغرض تمام نظامہائے زندگی پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر دہشت گردی کی کاروائیوں کا بروقت تدارک نہ کیا جائے تو اس کے اثرات ایک نسل سے دوسری نسل کو بھی منتقل ہوتے ہیں اور یوں نسل درنسل دہشت گردی کے نقصانات و منفی اثرات منتقل ہوتے ہیں۔

دہشت گردی کی سنگینی کو پیش نظر رکھا جائے تو اس حسب ذیل اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں:

معاشرتی اثرات:

دہشت گردی کے اثرات ونتائج میں معاشرتی اثرات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، دہشت گرد معاشرے

میں خوف و ہراس پھیلانے کے لیے منظّم طور پر بڑی بڑی کاروائیاں عمل میں لاتے ہیں اور معاشرتی ڈھانچہ (Social Structure) جو کہ کسی بھی قوم کے لیے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے بے بس ہوجاتے ہیں، حکومتی رٹ ختم ہوجاتی ہے یا اس کی گرفت کمزور پڑ جاتی ہے۔ امن و امان کی صورت حال انتہائی ابتر ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں "Norina Sadiq" اپنے تحقیقی مقالہ ''Effects of Terrorism on Social Values'' میں دہشت گردی کے معاشرتی اثرات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "Terrorism definitely affects the social progress and well being of the people. Because of the terrorists activities the business and economy of the country suffer which directly lessen the job opportunities. As a result poverty increases which damages the society very much."(11)

مختصر یہ کہ معاشرتی ڈھانچہ کی تباہی سے پورے ملک و معاشرے اور قوم پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اگر بروقت دہشت گردی کے ناسور پر قابو نہ پایا جائے تو یہ ملک وقوم کو معاشرتی لحاظ سے تباہی کی طرف گامزن کر دیتی ہے۔ دہشت گردوں کی یہ سوچ ہے کہ ایسی پرتشدد کاروائیاں کی جائیں جن کے باعث وہ معاشرہ یا قوم نفسیاتی، ذہنی اور فکری محاذ پر یرغمال ہوجائے اور اس طرح لوگوں کے اندر رعب و دبدبہ پیدا ہوجاتا ہے اور دہشت گردوں کے لیے اپنے مقاصد حاصل کرنا آسان ہوجاتے ہیں۔

معاشی اثرات:

جب دہشت گردانہ کاروائیوں میں شدت آتی ہے تو معیشت بھی تباہی کی طرف گامزن ہوجاتی ہے۔ جب انسانی املاک کو تباہ و برباد کیا جائے گا، اور لوگوں کی جان و مال غیر محفوظ ہوں گے تو اس کے باعث معیشت دن بدن خسارے اور زبوں حالی کی طرف گامزن ہوگی۔

چنانچہ دہشت گردی کے معاشی اثرات بیان کرتے ہوئے "Martha Crenshaw" لکھتی ہے:

> "Shops were closed and people were afraid to leave their homes; soustelle feared a total collapse of ecomomic life and social structure."(12)

مختصر یہ کہ دہشت گردی کے باعث معیشت و اقتصاد میں نظم و ضبط اور توازن برقرار نہیں رہتا اور جہاں پر اور بہت سے ادارے ایسی کاروائیوں کے باعث شدید متاثر ہوتے ہیں وہیں معاشی ادارہ بھی زبوں حالی اور عدم توازن کا

شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دہشت گردی جہاں اور بہت سارے شعبۂ ہائے زندگی کو متاثر کرتے ہیں ان میں سے ایک معاشی شعبہ بھی شدید متاثر ہوتا ہے اور ایسی اقوام شدید معاشی بحرانوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

عامۃ الناس کا خوف و ہراس:

دہشت گردی کے باعث عوام خوف و ہراس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دہشت گروں کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ایسی پرتشدد کاروائیاں عمل میں لائی جائیں جن سے عامۃ الناس میں دہشت پھیلے، لوگ خوف کی کیفیت میں مبتلا ہوں اور انارکی و لاقانونیت کی فضا ہموار ہو۔ دہشت گردی کے باعث نہ صرف چند لوگ اس کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں بلکہ اگر دہشت گرد اپنے آپ کو منظم کر کے بڑی بڑی کاروائیاں عمل میں لائیں تو حکومتِ وقت بھی خوف و ہراس کا شکار ہو کر دہشت گردوں کے سامنے بے بس نظر آتی ہے۔ اس طرح دہشت گرد اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے عناصر ملک و معاشرہ میں بڑی بڑی عسکری کاروائیوں کے ذریعے حکومت وقت کو گرا کر خود براجمان ہو جاتے ہیں۔

اس ضمن میں "Feldman" لکھتا ہے:

> "Although the general effects of threat are well known, there have been relatively few attempts to distinguish between the differing effects of personal and more remot national or collective threats."(13)

دہشت گردانہ کاروائیوں کے باعث جو عمومی اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ تو کسی سے چھپے نہیں مگر ڈرانے اور دھمکانے کے باعث جو انفرادی و اجتماعی اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کا ایک خطرناک پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ اگر دہشت گردانہ کاروائیوں کے باعث لوگ خوف و ہراس میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس سے کوئی خاص اثرات مرتب نہیں ہوتے لیکن اگر ایسی کاروائیوں کے باعث قومی اور اجتماعی سطح پر خوف کی کیفیت طاری ہو جائے تو دہشت گرد اور زیادہ پرعزم ہو کر اپنے مشن کو جاری و ساری رکھتے ہیں اور اندرونی و بیرونی سازشی عناصر ان کی پشتپناہی کے ذریعے بھی مزید مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ دہشت گردی کے مذکورہ اثرات کے علاوہ نفسیاتی اثرات بھی اہمیت کے حامل ہیں اور اس کے علاوہ دہشت گردی کی سنگینی کا یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اس سے پرتشدد رجحانات فروغ پاتے ہیں۔

دہشت گردی کے اسباب و محرکات:

آج کے دور میں دہشت گردی نے تمام شعبہ ہائے زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ کہیں مذہب کے نام پر اور کہیں رنگ و نسل کو بنیاد بنا کر انسانیت کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ کبھی فرقہ واریت کی بنیاد پر ہزاروں لوگوں کو

موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔کبھی معاشی مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی کی جاتی ہے ۔معیشت و اقتصاد کے دونظریات اشترا کیت اور سرمایہ دارانہ نظاموں نے اپنے غلبہ واقتدار کے لیے دہشت گردی کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔اسی طرح اگر دہشت گردی کے اسباب ومحرکات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سیاسی و معاشرتی اسباب بھی غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ جہاں تک سیاسی اسباب ومحرکات کاتعلق ہے تو اس سے مرادلوگوں کو سیاسی غلام بنانا اورکوئی پر امن راستہ نہ دیکھتے ہوئے ان کا آزادی کے حصول کی خاطر پرتشدد کاروائیوں پر اتر آنا۔ اسی طرح معاشی اسباب ومحرکات اورعدل وانصاف کی عدم موجودگی بھی دہشت گردی کا باعث بنتے ہیں،اس کے علاوہ نفسیاتی و مذہبی اسباب ومحرکات بھی دنیا میں تشددوانتہاپسندی کا باعث بنے ہیں۔

ابتدائی محرکات:

دہشت گردی کے ابتدائی اسباب ومحرکات سے مراد وہ خاص حالات ہیں جو دہشت گردی کی فضا قائم کرتے ہیں یا دہشت گردی کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں اور وقت گزرنے کیساتھ یہی اسباب ومحرکات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں اور بالآخر یہی محرکات جو ابتداء میں ایک چھوٹے سے پودے کی مانند ہوتے ہیں بعد میں ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔چنانچہ دہشت گردی کے انہی ابتدائی اسباب ومحرکات بیان کرتے ہوئے کینتھ والٹز "Kenneth Waltz" لکھتا ہے:

> "To develop a framework for the analysis of likely settings for terrorism,we must establish conceptual distinctions among different types of factors. First, a significant difference exists between"preconditions," factors that set the stage for terrorism over the long run, and "precipitants," specific events that immediately precede the occurrence of terroism. Second, a further classification divides preconditions into enabling or permissive factors,which provide opportunities for terrorism to happen, and situations that directly inspire and motivate terrorist campaigns. Precipitants are similar to the direct causes of terrorism."(14)

مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ’’دہشت گردی کے ڈھانچہ کا تجزیہ کرنے کیلئے ،ہمیں اس کے اسباب کی مختلف اقسام میں فرق واضح کرنا ہے۔سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جس معاشرے میں دہشت گردی جنم لیتی ہے وہاں اس سے پہلے کیا حالات کارفرما تھے اور کونسے ایسے خاص واقعات رونما ہوئے جن کے باعث دہشت گردی

وقوع پذیر ہوئی ،اس کے علاوہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دہشت گردی سے قبل حالات و واقعات میں وہ کونسے زیادہ قابل ذکر محرکات تھے جنھوں نے دہشت گردی کو سر اٹھانے کے مواقع فراہم کئے اور ایسے حالات پیدا کئے جن کے باعث دہشت گردوں کو اپنی کاروائیوں کیلئے مزید تحریک ملی''۔

سیاسی اسباب:

دنیا میں دہشت گردی کا بڑا سبب سیاسی بے چینی ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ جب لوگوں پر ان کی مرضی کے خلاف کوئی نظام مسلط کیا جاتا ہے، ان کو سیاسی آزادیوں سے محروم کیا جاتا ہے اور جب عوام کوئی اور پر امن راستہ نہیں دیکھتے تو وہ دہشت گردانہ کاروائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔جن معاشروں میں صحت مند سیاسی ماحول اور فضا موجود نہ ہو وہاں انتہاپسندی اور دہشت گردی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔متاثرہ افراد غیر سیاسی اور پر تشدد راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔اکثر عوامی انقلاب سیاسی استحصال کے جواب ہی میں وجود میں آتے ہیں۔

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد امتیاز ظفر لکھتے ہیں:

"When a small number of people are convinced that the majority is not just to them and they come to the conclusion that there is no way to get their rights in legal framework or they are made conscious with behavior of the ruling class or they realize themselves that they have no share in decision making of the state, they stand up and start insurgent activities.(15)

ظلم و ناانصافی:

انسانی تاریخ میں ایسے معاشرے تو مل جاتے ہیں جہاں غربت ہو اور معاشی تنگدستی ہو مگر اس کے باوجود وہاں امن وسکون کی فضا برقرار رہے۔لیکن ایسے معاشرے نہیں دیکھے گئے جہاں عدل و انصاف نہ ہو بلکہ ظلم و ناانصافی عام ہو اور اس کے باوجود امن، سکون اور تحفظ پایا جائے۔جب بھی کسی قوم کو عدل سے محروم کیا گیا اس میں شدت پسندی، انتہاپسندی اور دہشت گردی فطری عمل کے طور پر ابھری ہے۔

اس نقطہ نظر کی وضاحت "Martha Crenshaw" نے یوں کی ہے:

"The idea of justice or fairness may be more centrally related to attitudes toward violence than are feelings of deprivation. It is the perceived injustice underlying the deprivation that gives rise to anger or frustration."(16)

یعنی احساس محرومی سے زیادہ عدل وانصاف تشدد کے رویے سے زیادہ منسلک ہے۔ناانصافی ہی ایسی چیز ہے جو معاشرہ میں ناراضگی اور مایوسی کی کیفیت طاری کرتی ہے۔''

اگر دہشت گردی کا ماضی اور حال کے آئینہ میں جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ زیادہ تر دہشت گرد نوجوان ، پڑھے لکھے اور متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں،وہ معاشرے میں تبدیلی لاکر اس طلسم کو توڑنا چاہتے ہیں جس میں ان کیساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے اور ان کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اور تشدد کا راستہ اختیار کر کے معاشرے میں اپنی حیثیت کے مطابق جگہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسطرح انسانی معاشروں میں دہشت گردی کی وبا پھیلتی ہے اور ان نوجوانوں کیساتھ دوسرے طبقات بھی جنکا استحصال ہورہا ہو،شامل ہوجاتے ہیں۔

انسداد دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات:

انسداد دہشت گردی کے ضمن میں اسلامی تعلیمات حسب ذیل ہیں۔

مسلمانوں کے قتل کی ممانعت:

جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے،قرآن کے مطابق اس کی سزا جہنم ہے اور اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے اور ایسا شخص اللہ کی طرف سے لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں ارشاد ہوا:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً(۱۷)

''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کررکھا ہے۔''

مذکورہ آیت کی توضیح وتفسیر بیان کرتے ہوئے حافظ عمادالدین ابن کثیر لکھتے ہیں:

ان الرجل اذا عرف الاسلام وشرائع الاسلام، ثم قتل مؤمناًمتعمداً، فجزاؤه جهنم ولاتوبة له، فذكرت ذلك لمجاهد فقال:الامن ندم۔عن سالم بن أبي الجعد، قال:كنا عند ابن عباس بعد ماكف بصره ، فأتاه رجل فناداه : يا عبداللّٰهبن عباس، ماترى في رجل قتل مؤمناً متعمدا؟فقال : جزاؤه جهنم خالداًفيها، وغضب اللّٰهعليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما۔(۱۸)

نبی پاک ﷺ نے ایک مومن کی جان کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے بھی زیادہ محترم قرار دیا ہے۔سنن ابن ماجہ میں حدیث بیان کی گئی ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمر قال: رأیت رسول الله یطوف بالکعبة، و یقول : ما أطیبك و أطیب ریحك، ماأعظمك و أعظم حرمتك والذی نفس محمد بیده ، لحرمة المؤمن أعظم عنداللّٰہ حرمة منك ماله و دمه، و أن نظن به الاخیرا۔ (۱۹)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔''

اسلحہ اور ہتھیار سے لوگوں کو قتل کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے اہل اسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار یا اسلحہ سے محض اشارہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔صحیح مسلم میں روایت بیان کی گئی ہے:

لایشیر أحدکم الی أخیه بالسلاح، فانه لایدری احد کم لعل الشیطان ینزع فی یده ، فیقع فی حضرة من النار۔(۲۰)

''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے،تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتلِ ناحق) کے نتیجے میں جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''

یعنی ممکن ہے کہ ہتھیار کا اشارہ کرتے ہی وہ شخص غصہ میں آ جائے یا سہواً ہی اس سے کوئی غلط اقدام سرزد ہو جائے اور اس طرح ایک بے گناہ مسلمان کو قتل کر کے اس کا گناہ اپنے سر لے۔

دوران جنگ اگر کوئی کافر اسلام قبول کرنے کا اظہار کرتا ہے چاہے وہ اپنی جان بچانے کے لیے کرتا ہے اسے بھی قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔صحیح بخاری میں حدیث بیان کی گئی ہے:

عن اسامة بن زید بن حارثہؓ قال : بعثنا رسول اللّٰہ الی الحرقة فمن جھینة ، فصبحنا القوم فھزمنا ھم ولحقت انا و رجل من الأنصار رجلا منھم، فلما غثینا قال: لا اله الا اللّٰہ فکف عنه الانصاری و طعنته برمحی حتی قتلته ۔ قال : فلما قد منا بلغ ذالك النبی فقال لی : یا اسامه أقتلته بعد ماقال لا اله الا اللّٰہ ؟ قال: قلت یا رسول الله انما کان

متعوذا، قال: فقال: أقتلته بعد ما قال لا اِله الا اللّٰہ؟ قال: فما زال یکررھا علی حتی تمنیت أنی لم أکن أسلمت قبل ذالك الیوم ۔(۲۱)

حدیث کے مطابق ایک مسلمان کا قتل پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا واقعہ ہے۔ چنانچہ سنن ترمذی میں حدیث بیان کی گئی ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمروؓ أن النبی ﷺ قال : لزوال الدنیا أھون علی اللّٰہ من قتل رجل مسلم ۔(۲۲)

مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا قتل کتنا بڑا گناہ ہے اور اللہ رب العزت کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔

غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت:

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم شہری کو قتل کرنا حرام ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو بغیر کسی وجہ کے قتل کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً (۲۳)

''جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کردیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کرڈالا۔''

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جو کسی معاہد غیر مسلم کو ناحق قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

من قتل معاھداً لم یرح رائحة الجنة و ان ریحھا توجد من مسیرة أربعین عاما۔(۲٤)

دین اسلام قومی اور بین الاقوامی سطح پر امن وسلامتی کا رویہ اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن وحدیث کے مطابق بدترین دشمن قوم کا سفیر اگر سفارت کاری کے لیے آئے تو اس کا قتل یا اسے کسی قسم کی اذیت پہنچانا حرام ہے۔ نبی پاک ﷺ کے پاس کئی مرتبہ غیر مسلموں کے سفیر آئے، لیکن آپ ﷺ نے ان سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور صحابہ کو بھی یہی تعلیم ارشاد فرمائی۔ یہاں تک کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے اور انہوں نے واضح ارتداد اور کفر کا اعتراف کیا مگر سفیر ہونے کے ناطے آپ ﷺ نے ان سے حسن سلوک فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت بیان کرتے ہیں:

اِنی کنت عند رسول اللہ جالسا اِذ دخل ھذا (عبداللہ بن نواحة) و رجل وافدین من

عند مسليمة۔ فقال لهما رسول الله ﷺ أ نشهد ان أنى رسول الله ؟ فقالا له: نشهد أن مسليمة رسول الله فقال: آمنت بالله و رسله، لو كنت قاتلاوفدا لقتلتكما۔(۲۵)

اسی طرح مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے۔اس ضمن میں امام بیہقی روایت بیان کرتے ہیں:

أن رجلا من المسلمين قتل رجلا من اهل الكتاب، فرفع الى النبى فقال رسول الله انا احق من وفى بذمته ، ثم أمر به فقتل۔ (۲۶)

''ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، وہ مقدمہ نبی پاک ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (بطور قصاص مسلمان قاتل کو قتل کیے جانے کا) حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔''

قصاص کی طرح دیت کے معاملے میں بھی غیر مسلم سے برابری کا سلوک کیا جائے گا۔اس ضمن میں امام ابوحنیفہ کا قول کچھ یوں ہے:

دية اليهودى والنصرانى و المجوسى مثل دية الحرالمسلم ۔(۲۷)

غیر مسلم رعایا اسلامی سلطنت میں رہتے ہوئے جزیہ ادا کرتے ہیں اور اس کے بدلے حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کے جان و مال کا تحفظ کرے۔اس حوالے سے ''ابن قدامۃ'' حضرت علی کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

انما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا وأموالهم كأموالنا۔ "(۲۸)

''غیر مسلم شہری جزیہ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے مال ہمارے اموال کے برابر محفوظ ہو جائیں۔''

نبی پاک ﷺ کے فرمان کے مطابق جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا اور ناحق اس سے کوئی چیز چھینی یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔یعنی بروز قیامت آپ ﷺ اس غیر مسلم کی وکالت کریں گے۔

ألا من ظلم معاهداً أو انتقصه أو و كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة۔ (۲۹)

ایسے غیر مسلم جو کسی جنگ کا حصہ نہیں ہیں اور نہ انہوں نے مسلمانوں کو کسی قسم کی ایذاء رسانی پہنچائی، ان کے بارے میں حکم ہوا ہے کہ ایسے غیر مسلموں سے بھلائی اور حسن سلوک کی اجازت ہے۔ چنانچہ سورۃ الممتحنۃ میں

ارشاد ہوا۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۳۰)

''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرے، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

اس آیت کے ضمن میں محمد علی الصابونی 'صفوۃ التفاسیر' میں لکھتے ہیں:

أي لاينهاكم عن البر بهؤلاء الذين لم يحاربوكم لأجل دينكم،ولم يخرجوكم من أوطانكم كالنساء والصبيان،ولفظة﴿أن تبروهم﴾أي لاينهاكم جل وعلا عن البر والاحسان لهؤلاء﴿وتقسطواإليهم﴾أي تعدلوا معهم﴿ان اللّٰهيحب المقسطين﴾أي يحب العادلين في جميع أمورهم وأحكامهم قال ابن عباس:نزلت في خزاعة، وذلك أنهم صالحوا رسول اللّٰهﷺعلى ألايقالوه ولا يعينوا عليه أحداً، فرخص اللّٰهفي برهم والاحسان اليهم۔(۳۱)

اسلام کسی کی جان ومال یا عزت وآبرو پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اگر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو اسلام نے اس جرم کی ایسی سخت سزا تجویز کی ہے جس سے مظلوم (مسلم و غیر مسلم) کو پورا پورا انصاف مل سکے، اسلام بلاوجہ قتل و غارت گری کی اجازت نہیں دیتا لیکن جو خود ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے تو پھر اس کا قلع قمع کرنے کی اجازت دی گئی ہے ،لہٰذا ایسے لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو اہل اسلام سے جنگ و جدال کرنے کیلئے نکل آئیں ،لیکن یہاں بھی اہل ایمان کو حد سے بڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا:

وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ (۳۲)

انسدادِ فتنہ وفساد کی تعلیمات:

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ فتنہ وفساد اور ظلم و جور کی تمام صورتوں کو حرام اور ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ فساد سے متعلق قرآنی احکامات حسب ذیل ہیں:

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْن (۳۳)

''اورزمین میں فساد برپا نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔''

سورۃ الاعراف میں فساد کی بیخ کنی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا (۳۴)

''اورزمین میں فساد نہ پھیلاؤاس کی اصلاح کے بعد۔''

سورۃ البقرۃ میں فسادی شخص کے خصائص اورنشانیاں بیان کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ وارد ہوئے ہیں:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِی الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الفَسَاد (۳۵)

''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اورنسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اوراللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔''

فتنہ بنیادی طور پر انتشار، گمراہی، معاشرتی اعتبار سے ظلم وتشدد، قتل و غارت اور جنگ و جدل کو کہتے ہیں اسی طرح ہدایت کے راستے سے روکنے کے عمل کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے۔قرآن مجید میں فتنہ کو قتل سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس سے متعلق سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا:

وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (۳۶)

درج بالا آیات میں تمام قسم کی فساد انگیزی اور فتنہ و انتشار کی بیخ کنی کی گئی ہے۔جس میں قتل و غارت گری، اموال کا لوٹنا، عزت و آبرو کی پامالی، فصلوں اور باغات کو تباہ کردینا، اور ہرقسم کی تخریبی کاروائی شامل ہے ۔دہشت گردی میں یہی سب چیزیں نشانہ بنتی ہیں اور زیادہ تر ان اشیاء کا ہی نقصان ہوتا ہے۔لہٰذا مذکورہ آیات سے دہشت گردی کے حرام ہونے اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہونے کا واضح ثبوت مل رہا ہے ۔اس لئے کسی فرد یا جماعت یا حکومت کے لیے یہ قطعی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کیلئے دہشت گردی کو بطور ہتھیار استعمال کرے، اوراس کے ذریعہ کسی بے گناہ طبقہ یا عوام اور رعایا کو جانی ومالی تکلیف یا اذیت میں مبتلا کرے، اس کی عزت وآبروکو پامال کرے ۔اس کے علاوہ معاشرے کوفتنہ وفساد سے بچانے کیلئے اسلام نے حدود وتعزیرات کا ایک مؤثر نظام دیاہے۔چنانچہ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اعلم أن من المعاصى ماشرع اللّٰهفيه الحد، و ذلك كل معصية جمعت وجوها من المفسد ة، بأن كانت فسادًافى الأرض و اقتضابا۔على طمأنينة المسلمين، وكانت

لهاداعية فى نفوس بنى آدم لا تزال تهيج فيها،ولها ضراوة لا يستطيعون الاقلاع منهابعد أن أشربت قلوبهم بها، وكان فيه ضررلايستطيع المظلوم دفعه عن نفسه فى كثير من الأحيان وكان كثير الوقوع فيها بين الناس، فمثل هذه المعاصى لا يكفى فيها الترهيب بعذاب الآخرة، بل لابد من اقامة شديدة عليها و ايلام، ليكون بين أعينهم ذلك، فيردعهم عما يريدونه۔"(۳۷)

''شریعت نے بعض جرائم پر حدود مقرر کی ہیں۔ یہ وہ جرائم ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے اور مسلم معاشرے کا امن وسکون غارت ہو جاتا ہے۔ دوسرے ان جرائم کے بار بار ارتکاب سے نفس انسانی کو ان جرائم کی لت پڑ جاتی ہے۔ پھر اس جرم سے باز رکھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ اکثر اوقات بے چارے مظلوم کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ان مجرموں کے مقابلے میں اپنا تحفظ کر سکے۔ اگر ان جرائم کی روک تھام نہ کی جائے تو پھر یہ جرائم وبا کی طرح پھیل کر پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس طرح کے جرائم کے خاتمے کے لیے محض آخرت کے خوف اور وعظ وتلقین سے کام نہیں چلتا بلکہ اس کے لیے سخت سزاؤں کا نفاذ ضروری ہوتا ہے تا کہ مجرم کا انجام سب کے سامنے ہو جسے دیکھ کر دوسرے لوگ جرم سے باز رہیں۔''

ظلم و ناانصافی کا سدباب:

دہشت گردی کا ایک بڑا سبب ظلم و ناانصافی بھی ہے۔ جب معاشرے میں ظلم و زیادتی اور نا انصافی کا بازار گرم ہوگا تو پھر بدامنی وانتشار کا پھیلنا اور امن وامان کا غارت ہونا ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ اپنی تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں لکھتے ہیں:

اعلم أن من أعظم المقاصد التى قصدت ببعثة الانبياء عليهم السلام دفع المظالم من بين للناس، فان تظالمهم يفسد حالهم، ويفيق عليهم، ولاحاجة الى شرح ذلك، والمظالم على ثلاثه أقسام:تعد على النفس، وتعد على أعضاء الناس، وتعد على أموال الناس۔"(۳۸)

''جن مقاصد کے لیے انبیائے کرام کو دنیا میں مبعوث کیا گیا ان میں سے ایک عظیم مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مظالم کو روکنے اور ان کے تدارک کے لیے تدابیر عمل میں لائیں۔ کیونکہ اگر ظلم و زیادتی کا سد باب نہ کیا جائے تو نظام تمدن میں ابتری واقع ہوجائے۔ اس سے جوخرابیاں پیدا ہوتی

ہیں ان کی شرح وتفصیل محتاج بیان نہیں، مظالم کی بڑی بڑی تین قسمیں یہ ہیں۔(الف) کسی کو قتل کرنا،(ب) کسی کے عضو نافع پر تعدی کرنا،(ج) کسی کے مال پر دست درازی کرنا۔''

اسلام میں جہاں ظلم و زیادتی کا سدباب کیا گیا ہے وہیں عدل و انصاف کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، یہاں تک کہ عدل وانصاف کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت برتنے کی اجازت نہیں دی گئی اگرچہ انصاف کی زد میں اپنی ذات، والدین، عزیز واقارب یا امیر وغریب آئے۔اس ضمن میں سورۃ النساء میں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاء لِلّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيّاً أَوْ فَقَيراً فَاللّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ وَإِن تَلْوُواْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً (۳۹)

عدل وانصاف کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے سورۃ المائدۃ میں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُون (۴۰)

اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو، جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

درج بالا آیت کے ضمن میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ''التفسیر المنیر''، میں لکھتے ہیں:

"شهداء بالحق والعدل بلا محاباة ولاجور،سواء للمشهود له أو عليه، أي أدوا الشهادة بالعدل؛لأن العدل هو ميزان الحقوق، اذا متى وقع الجور في أمة انتشرت المفاسد فيما بينها،كماقال تعالى:﴿كونواقوامين بالقسط شهد اء لله ولو على أنفسكم﴾ والشهادة:الاخبار بالواقعة و اظهار الحق أمام الحاكم ليحكم به۔ولا يحملنكم بغض قوم وعداوتهم على ترك العدل فيهم، بل استعملوا العدل في معاملتكم مع كل أحد،صد يقاً كان أوعدوّا۔"(٤١)

پاکستان میں حالیہ دہشت گردی اور اس کا تدارک:

پاکستان میں نائن الیون کے بعد جو دہشت گردی کی لہر آئی اس میں اعداد وشمار کے مطابق تقریباً ساٹھ(۶۰) ہزار بے گناہ افراد لقمۂ اجل بنے ،لیکن ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں ایک

تاریک ترین دن کی حیثیت رکھتا ہے۔اس دن دہشت گردوں کے ہاتھوں ۱۳۴ اسکول کے معصوم بچوں کا سفاکانہ قتل ایک ایسا واقعہ ہے جس نے نہ صرف ہر پاکستانی بلکہ دنیا کے ہر دردمند دل کو خون کے آنسو رلا دیا ہے۔عملے کے دس (۱۰)افراد بھی شہید ہوئے اور ۱۲۰ سے زائد افراد زخمی ہوئے جن میں زیادہ تر اسکول کے بچے شامل تھے۔اس سانحہ کے بعد جو فوری طور پر اقدامات کیے گئے ہیں ان میں سرفہرست اکیسویں آئینی ترمیم ہے،اس کی مرحلہ وار منظوری ہوئی، پہلے قومی اسمبلی میں اس کا بل پیش کیا گیا اور اسمبلی کے ۳۴۲ ارکان میں سے ۲۴۷ ارکان نے اس ترمیم کے حق میں ووٹ دیا جبکہ بعض سیاسی جماعتوں نے اس کی مخالفت کی ،اس کے بعد سینٹ میں اس آئینی ترمیم کے حق میں ۱۰۴ میں سے ۷۸ ارکانِ سینٹ نے ووٹ دیا اس طرح پارلیمنٹ کی اکثریت نے اس ترمیم کو پاس کر کے آرمی ایکٹ ۱۹۵۲ء میں تبدیلی کرتے ہوئے ملک میں فوجی عدالتوں کے قیام کی منظوری دی گئی۔ چنانچہ ۶ جنوری ۲۰۱۵ءکو جو اکیسویں آئینی ترمیم کا مسودہ پیش کیا گیا اور اس کے تحت دستور کے آرٹیکل ۱۷۵ میں تبدیلی کرتے ہوئے اسے(اکیسویں آئینی ترمیم)ایکٹ،۲۰۱۵ء کا نام دیا گیا،اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

"Whereas extraordinary situation and circumstances exist which demand special measures for speedy trial of certain offences relating to terrorism, waging of war or insurrection against Pakistan and prevention of acts threatening the security of Pakistan by any terrorist group, armed group, wing and militia or their members using the name of religion or a sect; their exists grave and unprecedented threat to the integrity of Pakistan and objectives set out in the Preamble to the Constitution by the framers of the Constitution, from the terrorist groups by raising of arms and isurgency using the name of religion or a sect or from the foreign and locally funded anti-state elements; it is expedient that the said terrorists groups including any such terrorists fighting while using the name of religion or a sect, captured or to be captured in combat with the Armed Forces or otherwise are tried by the courts established under the Acts mentioned hereinafter in section 2."(42)

اس ترمیمی آئینی بل کے ذریعے پاکستان آرمی ایکٹ مجریہ ۱۹۵۲ء ،پاکستان ایئر فورس ایکٹ مجریہ ۱۹۵۳ء، پاکستان نیوی آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء،اور تحفظ پاکستان ایکٹ مجریہ ۲۰۱۴ء میں کی گئی ترامیم کو آئینی تحفظ دیا گیا ہے۔فوجی عدالتوں کے قوانین کو آئینی تحفظ دینے کیلئے آئین کے آرٹیکل ۱۷۵،جس میں عدالتوں کی تشکیل اور

اختیارات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اور آرمی ایکٹ ۱۹۵۲ء کو بھی ۲۱ویں ترمیم کی روشنی میں تبدیل کیا گیا ہے۔ آرمی ایکٹ کی کلاز ڈی میں ترمیم کی بدولت اب ایسے کسی بھی شخص کو جو کسی دہشت گرد گروپ یا تنظیم کے ساتھ تعلق رکھتا ہو یا جس نے مذہب اور فرقہ کے نام پر پاکستان کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہو اس کے خلاف اس بل کے تحت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کے خلاف جنگ کرنے والوں، فوج، فوجی تنصیبات پر حملہ کرنے والوں، اداروں پر حملہ، اغواء برائے تاوان، دہشت گردی اور اس جیسی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کی مالی معاونت کرنے والوں، مذہب اور فرقہ کے نام پر ہتھیار اٹھانے والوں، دہشت گرد گروپ یا تنظیم کے اراکین، دھماکہ خیز مواد بنانے، رکھنے اور منتقل کرنے والے، دہشت اور عدم تحفظ کا ماحول پیدا کرنے والے، بیرون ملک سے پاکستان کے اندر دہشت گردی کرنے والوں کے خلاف ان عدالتوں میں مقدمات چلائے جائیں گے۔ یہ ترامیم بل کے نفاذ کے دو سال تک مؤثر رہیں گی۔ آرمی ایکٹ میں مزید ترمیم کے بل میں کہا گیا ہے کہ ملک میں غیر معمولی حالات ہیں۔ جن میں دہشت گردی، جنگ کرنے، بغاوت کرنے سے متعلق جرائم کی فوری سماعت، مسلح گروپوں، جتھوں کی جانب سے مذہب یا فرقہ کے نام پر پاکستان کی سلامتی کو خطرات سے دوچار کرنے کی روک تھام کیلئے خصوصی اقدامات کی ضرورت ہے۔ آرمی ایکٹ کی ترمیم میں کہا گیا ہے کہ ایسے دہشت گردوں کے خلاف ان عدالتوں میں کاروائی کی جائے گی۔ تاہم کسی بھی شخص پر وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر مقدمہ نہیں چلایا جائے گا، جبکہ کسی بھی عدالت سے مقدمہ فوجی عدالتوں میں منتقل کیا جا سکے گا۔'' (۴۳)

خلاصۂ بحث

انسداد دہشت گردی کے حوالے سے اسلام کی جامع تعلیمات موجود ہیں اور اگر ان پر عمل پیرا ہوا جائے تو دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے اور فتنہ و فساد، قتل و غارت، باہمی نفرتوں کو دور کر کے، محبت، بھائی چارہ اور امن و امان کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب اسلامی نظام غالب تھا اور اس روئے زمین میں اسلام کے ماننے والوں کی حکومت قائم تھی۔ اس وقت کا امنِ عالم مثالی تھا۔ آج جبکہ مغرب و یورپ کی لادین اور خدا بے زار تہذیبیں دنیا پر اپنی حاکمیت قائم کیے ہوئے ہیں اور انسانیت جس طرح آج غیر محفوظ، خوف و ہراس کا شکار، اور عدم تحفظ کی جو فضا قائم ہے شاید آج سے پہلے انسانیت پر یہ دن کبھی نہ آئے ہوں۔ ایسے ایسے ہتھیار معرض وجود میں آچکے ہیں کہ جو چند لمحات میں دنیا کو غارت کر سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر کوئی نظریہ، سوچ اور فکر انسانیت کو اس بھنور سے نکال سکتا ہے تو وہ نظریہ اور سوچ صرف دین اسلام کی سنہری تعلیمات ہی ہیں۔ مغربی تہذیب جس کی بنیادوں میں رومۃ الکبریٰ کا نسلی تفاخر اور اطالوی تہذیب کا تشدد پسند رویہ اور خونریزی شامل ہے، اس سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی

ہے کہ یہ انسانیت کو امن فراہم کرے گی ، یہ اسی تہذیب کا شاخسانہ ہے کہ آج دنیا میں دہشت گردی، تشدد پسندی اور انتہا پسندی عام ہے۔ یہ مغرب کی غلط پالیسیوں کے باعث آج قومیں آپس میں دست وگریباں ہیں اور عالمی قوتیں اپنے مفادات کے لیے انسانیت کو آگ وخون کے دریا میں دھکیل رہی ہیں۔

جبکہ دین اسلام نے دہشت گردی، تشدد پسندی، انتہا پسندی کو انسانی معاشرے سے ختم کرنے پر زور دیا ہے، اس کی تعلیمات میں انسانی جان کی حرمت، مسلمانوں کو قتل کرنے کی ممانعت، غیر مسلموں کے قتل عام کی روک تھام، انسداد فتنہ وفساد کی جامع حکمت عملی، جبر واکراہ کی نفی، معاشرے سے ظلم وناانصافی کا سد باب، نیکی کی دعوت اور برائیوں سے روکنے کا ایسا طریقہ بتایا ہے جس میں تشدد وجبر کا عمل دخل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے جبکہ دہشت گردی اور اس سے منسلک دیگر اصطلاحات کا دین اسلام سے کوئی تعلق وواسطہ نہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(1) Muslim World League Conference, Makkah. Reported by: The Atlantic, Friday, February 27, 2015

(۲) ابن منظور، محمد بن مکرم، جمال الدین، لسان العرب، مادہ 'دھش''، ۴۲۷/۴، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ

(۳) جبران مسعود، الرائد، مادہ ''دھش''، ۶۸۳/۱، بیروت: دارالعلم للملایین، ۱۴۰۳ھ

(۴) لسان العرب، مادہ 'رھب''، ۱۲۳۷/۱

(۵) سورۃ الانفال، ۸:۶۰

(۶) سید قطب، فی ظلال القرآن، ۱۵۴۴/۳، قاہرہ: دارالشروق، ۱۴۰۰ھ

(7) Frank Bolz, *The Counter Terrorism Handbook,* Singapore: Taylor and Francis groups publishers, 2005, P.3.

(8) Hardman.J.B.S, "Terrorism", *Encyclopedia of the Social Sciences,* Boston:the Macmilan company,1950,Vol.13,P.575

(9) Walter, Victor. E, *Terror and Resistance*, New York:Oxford University

Press,1969,PP.6-7.

(10) Crozier, Brian, *The Rebels*, Boston:Beacon Press, 1960, p.159

(11) Norina Sadiq, *Effects of Terrorism on Social Values,* (Ph.D research work, Department of Centre for South Asian Studies) Lahore:University of the Punjab,2007, pp.145-46

(12) Crenshaw, Martha, *Explaining Terrorism*, p.26

(13) Feldman, *The consequence of Terrorism*, New York: Stony Book Publisher, 2002, P.486

(14) Kenneth Waltz, Man the State and War, New York: Columbia University Press, 1959, p.232

(15) Imtiaz Zafar, Muhammad, Violence,Terrorism and teachings of Islam, Islamabad: Higher Education Commision, 2006, p. 28

(16) Crenshaw, Martha, *Explaining Terrorism,* New York: Routledge Publishing, 2011, P. 38

(۱۷) سورۃ النساء،۴: ۹۳

(۱۸) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، ۱/۱۰۷، بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۱ھ

(۱۹) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، کتاب الفتن، باب حرمہ دم المؤمن ومالہ، بیروت، دارالفکر، رقم حدیث: ۳۹۳۲

(۲۰) مسلم، ابوالحسین، قشیری، نیشاپوری، **الصحیح**، کتاب البر والصلۃ والأدب، باب النھی عن اشارۃ بالسلاح، ۱۴۰۵ھ، حدیث نمبر ۲۶۱۷

(۲۱) **صحیح البخاری**، کتاب المغازی، باب بعث النبی أسامہ بن زید الی الحرقات من جھینۃ، ۴/ ۱۵۵۵

(۲۲) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسی، السنن، کتاب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۴/ ۱۶

(۲۳) سورۃ المائدہ، ۵: ۳۲

(۲۴) **صحیح البخاری**، کتاب الجزیۃ، باب اثم من قتل معاھداً بغیر جرم، ۳/ ۱۱۵۵

(۲۶) دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن، بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، ۲/ ۳۰۷

(۲۶) بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبری، کتاب الجنایات، باب ضعف الخبر الذی فی قتل المؤمن بالکافر وماجاء عن الصحابۃ فی ذلک، مکتبۃ دار الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ، ۸/۳۰

(۲۷) ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد، الکوفی، المصنف، کتاب القصاص، مکتبہ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ، ۵/ ۴۰۷

(۲۸) ابن قدامہ، ابومحمد عبداللہ، المغنی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۹/ ۱۸۱

(۲۹) سنن أبی داؤد، کتاب الخراج والفی والامارۃ، باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، ۳/ ۱۷۰

(۳۰) سورۃ الممتحنہ، ۶۰:۸

(۳۱) الصابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، ۳/ ۳۶۴_۳۶۳، قطر: الشؤن الدینیۃ، ۱۴۰۱ھ

(۳۲) سورۃ البقرۃ، ۲:۱۹۰

(۳۳) سورۃ القصص، ۲۸:۷۷

(۳۴) سورۃ الاعراف، ۷:۵۶

(۳۵) سورۃ البقرۃ، ۲:۲۰۵

(۳۶) ایضاً، ۲:۲۱۷

(۳۷) الدھلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۲/ ۷۵۶، القاھرۃ: دارالکتب الحدیثۃ۔

(۳۸) ایضاً، ۲/ ۷۴۲

(۳۹) سورۃ النساء، ۴:۱۳۵

(۴۰ سورۃ المائدہ، ۵:۸

(۴۱) وھبۃ الزحیلی، الدکتور، التفسیر المنیر، ۶/ ۱۱۸، دمشق، دارالفکر، ۱۴۱۱ھ

(42) See more detail in: National Assembly Diary. Twenty-first Amendment Act, 2015.

(۴۳) روزنامہ نوائے وقت، ۷جنوری، ۲۰۱۵ء، ص:۸، ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆